ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اقبال شناسی کی روایت میں پاکستان کے اہم مجلّوں کا کردار

THE ROLE OF IMPORTANT PAKISTANI MAGAZINES IN THE TRADITION OF IQBAL STUDIES

*محمد شوکت علی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

**ڈاکٹر عطاء الرحمان میو

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

The article presents the tradition of Iqbalism of important journals of Pakistan. These include magazines from universities and other institutions. All these magazines play an important role in Iqbalism. These magazines promoted Iqbalism immediately after the establishment of Pakistan. The main articles of these magazines have been compiled in book form. Here is the best analytical study of these articles. Readers can easily get acquainted with the magazines by reading it. These magazines are special in Dabistan-e-Iqbal. Their study adds to the important of Iqbalism. A study of this article explains Iqbal's philosophical and poetic thought. While he has described the ideas and concepts of the East and the West, he has also highlighted the aspects related to globalization and life. The magazine sheds light on Iqbal's political, economic, social, moral, poetic, literary and Islamic teachings. A study of this article reveals Iqbal's acquaintance with Pakistani literary magazines. This article is key to Iqbal's teachings.

Key Words: *Pakistan, Magazines, Analytical, Iqbalism, Globalization, Acquaintance, Teachings.*

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) ایک نابغہ ءروز گار شخصیت تھے۔ اُن کی طبیعت میں وسعت نظری اور ہمہ گیریت کے پہلو نمایاں تھے۔ انھوں نے جہاں اپنے شعر و سخن سے سوئی ہوئی قوم کو جگایا وہاں اپنے فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز فکر سے بھی زندگی کی نئی راہیں متعین کیں۔ انھوں نے مشرق و مغرب کے نظریات و تصورات کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا اور زندگی کے حقائق کو آشکار کیا۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کے افکار و نظریات میں عالم گیریت اور آفاقیت کے پہلو نمایاں ہیں۔ وہ اپنے فکر و فن کی نمود خونِ جگر سے کرتے ہیں اور خون جگر کے بغیر جو بھی ادب تخلیق کیا جائے، ان کے نزدیک اُس کے اثرات بے معنی اور بے سود ہیں۔ وہ اپنے اشعار میں اس کا اظہار یوں کرتے ہیں:

رنگ ہو یا خِشت و سنگ، چِنگ ہو یا حرف و صوت
معجزہء فن کی ہے خُونِ جگر سے نمود(۱)
نقش ہیں سب نا تمام خُونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خُونِ جگر کے بغیر۲(۲)

اقبال کے ہاں حساسیت اور درد و سوز کی کیفیت بھی بنی نوع انسان کے لیے اجاگر ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنے عہد میں قوم کی حالت زار کی کیفیات کو محسوس کیا ۔ قوم کی پستی کو دیکھ کر ان کا دل کڑھتا تھا، وہ ہر صورت ملتِ اسلامیہ کو سدھارنے کے خواہاں تھے۔ انھوں نے عالم اسلام کو ایک ہی ڈوبی ہوئی کیفیت میں مبتلا دیکھا، وہ عالم اسلام کو تباہی و بربادی کی صورت حال سے نکال کر اعلیٰ و ارفع مقام کے لیے گامزن کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ وہ قوم کو مادہ پرستی، توہمات اور تقدیر پرستی سے بالاتر کرنے کے لیے ہمہ تن گوش رہتے تھے۔ وہ عالم اسلام کے تابناک اور درخشاں مستقبل کے خواہاں تھے۔ وہ اپنے نظریات و افکار سے مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی تعلیمات کو روشن کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں:

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کردے(۳)

اقبال ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ ایک مفکر اعظم تھے۔ ان کے افکار و نظریات میں ملّت اسلامیہ کے لیے بھرپور سبق آموز خیالات و تصورات سموئے ہوے ہیں۔ وہ حکیم الامت اور مصلح قوم کے روپ میں دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی شاعری اور فکر و فلسفہ کے سوتے اسلامی تعلیمات کے لیے ہی پھوٹتے ہیں۔ جو لوگ ان پر مغربیت پسندی کا الزام لگاتے ہیں، وہ سراسر غلط ہیں اور اقبال کے افکار و نظریات سے ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ بحر حال میرا مقصد یہاں پاکستان کے اہم مجلّوں کا تحقیقی و تنقیدی تجزیہ کرنا ہے۔ پاکستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے بہت سے اداروں نے ادبی رسالوں میں اقبال کے فکر و فلسفہ پر مضامین شائع کیے ہیں ۔ یہاں اہم ادبی مجلّوں کا جائزہ لیا گیا ہے، جنھوں نے اقبالیات کو فروغ دیا۔

''اقبال شناسی اور ایکو'' میں علامہ اقبال سے متعلق مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ اس تصنیف کو ڈاکٹر طارق عزیز نے مرتب کیا ہے ۔ ''ایکو'' یونی ورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور سے جاری ہونے والا مجلّہ ہے اور اس کا آغاز ۱۹۵۲ء میں ہوا۔ شروع میں اس کا نام ''پینکوما'' رکھا گیا جس کا مخفف ''پنجاب انجینئرنگ کالج میگزین'' تھا۔ ۱۹۶۱ء میں پنجاب انجینئرنگ کالج کو یونی ورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ اس دروان مجلّہ تعطل کا شکار رہا اور اس کے نام کو تبدیل کرنے کا مسئلہ بھی درپیش رہا۔ آخر کار ۱۹۷۷ء میں ایک طویل عرصہ کے بعد اس کا شمارہ ''ایکو'' کے نئے نام کے ساتھ جاری کیا گیا۔ یہاں انجینئرنگ یونی ورسٹی کے طلباء کا ادب کے ساتھ وابستگی کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ ''ایکو'' اور اقبال شناسی کے حوالے سے ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

> ''یوں تو ایکو کا ادبی معیار ہمیشہ قابل اطمینان رہا ہے لیکن اقبالیات سے متعلق انتخاب مواد میں سخت گیری کا رویہ خصوصی طور پر لائق توجہ ہے۔ ۱۹۷۷ء میں شائع ہونے والے ایکو کے حصہ اردو اور حصہ انگریزی میں اقبالیات کے لیے الگ گوشے مخصوص کیے گئے۔ اقبال شناسی کے حوالے سے بعض دیگر شماروں میں بھی ایکو نے اپنا حق ادا کیا ہے۔ توقع ہے کہ یہ مضامین اقبال فہمی میں نئے پہلوؤں کو سامنے لائیں گے اور بعض نکات پر ہمارے ارتکاز نظر کو مزید پختہ کریں گے۔''(۴)

''اقبال شناسی اور ایکو'' میں ڈاکٹر طارق عزیز نے اُن مضامین کو شامل کیا ہے جو ''ایکو'' کے مختلف شماروں میں اقبال شناسی کے حوالے سے شامل کیے گئے۔ ان مضامین میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔ سات مضامین اردو اور پانچ انگریزی میں شامل کیے گئے ہیں۔ اُن مضامین میں پورا اقبال، فلسفہء غم اور اقبال، سنتِ ابراہیم اور اقبال، اقبال کا شاعرانہ امتیاز، سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق، اقبال کا تصور خودی، اقبال کا نظریہء عشق، اردو میں انتخاب کیے گئے ہیں۔ انگریزی میں درج ذیل مضامین کا خوب صورت انتخاب کیا گیا ہے:

1. Interview with Dr. Anne Marie Schimmel
2. The Ideal of Prayer in the thought of Iqbal
3. Iqbal and Tasawwuf
4. Iqbal and Fine Arts
5. Iqbal's Concept of Islamic Culture

''اقبال شناسی اور ایکو'' میں ''پورا اقبال'' احمد ندیم قاسمی کا مضمون ہے جو ''ایکو'' کے ۱۹۷۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں انھوں نے اقبال کے نظریات کی وسعتِ نظر، گہرائی اور ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اقبال کی شخصیت ''جامع الحیثیات'' شخصیت ہے جس میں انسان، کائنات، زندگی، اور آفاقیت کے پہلو نمایاں ہیں۔ انھوں نے اقبال کے اثرات کو عالمی سطح پر بھی محسوس کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں کہ:

> ''علامہ اقبال کے اثرات ہمہ گیر ہیں جو اب آہستہ آہستہ عالم گیر ہوتے جا رہے ہیں۔ جدید انسانی زندگی کی بنیادی اہمیت کے مظاہرے کے لیے ان کے کلام میں آئینے نصب ہیں، سو ایشیا، افریقہ اور مغرب میں جو بھی اقبال کو پڑھتا اور سنتا ہے، ان آئینوں میں اپنے آپ کو منعکس پاتا ہے۔''(۵)

زیر نظر تصنیف میں "فلسفہء غم اور اقبال" مقبول ثاقب کا تحریر کردہ مقالہ ہے جو "ایکو" کے ۱۹۷۷ء کے شمارے میں ہی شائع کیا گیا۔ اس مضمون میں اقبال کے فلسفہء غم کو اُن کی شعری معنویت کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انھوں نے اقبال کے کلام کو زندگی کے لیے تریاق کے طور پر پیش کیا ہے کیوں کہ ان کے کلام میں زندگی کے پُر امید تاثرات بہت صاف و شفاف نظر آتے ہیں۔ شاعری کے لیے غم اور خونِ جگر کی آمیزش کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ غم زندگی میں جمود کی کیفیت کو ختم کر دیتا ہے۔ زندگی میں مقصد کے حصول کے لیے اور کائنات کے گم نام گوشوں کو پانے کے لیے غم و الم کی کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ غم سے دوسروں کے لیے احساس و ہمدردی کا عنصر بھی جاگ اُٹھتا ہے۔ اس ضمن میں اقبال کے تصور غم کے بارے میں مقبول ثاقب تحریر کرتے ہیں:

> "علامہ اقبال کی نظر میں زندگی جذب باہمی، ہمدردی، مروت اور ایثار کا مرقع ہے اور یہ تمام چیزیں غم کے دامن نایاب سے میسر آسکتی ہیں۔"(۶)

مجلّہ "ایکو" میں ڈاکٹر وحید عشرت کا مقالہ "سنتِ ابراہیم اور اقبال" بھی شمارہ ۱۹۷۷ء میں ہی شائع کیا گیا۔ اس مضمون کو پڑھ کر اقبال کے انبیاء کے بارے میں تاثرات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن کے جذبہ ایمانی کو پیش کیا گیا ہے۔ اقبال بھی اسی طرح کے جذبہ ایمان کو مسلمانوں میں ابھارنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایسا جذبہ اسی وقت آسکتا ہے جب نفس کو مارا جائے اور عشق کی ترویج کی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اقبال کو بہت انس و محبت تھی وہ اپنی شاعری میں بھی اس کا اظہار کرتے ہیں:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی(۷)
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا(۸)

زیر نظر مجموعہ میں "اقبال کا شاعرانہ امتیاز" چودھری غلام حسین کا تحریر کردہ مضمون ہے جو "ایکو" کے شمارہ میں شائع کیا گیا ہے۔ یہاں شاعری پر اسلامی بحث بھی کی گئی ہے۔ اقبال اور رومی کے شعری تاثرات کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ اقبال کی شاعری میں ماضی، حال اور مستقبل کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ کی شاعری میں جامعیت اور عالم گیریت کے پہلوؤں کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ ان کی شاعری میں عشق و عقل کی آمیزش کے ساتھ حکمت میں سوزِ دل کی کیفیات بھی پائی جاتی ہیں۔ اقبال نے ملت اسلامیہ میں اپنی شاعری اور فلسفیانہ خیالات و تصورات سے حقیقت کا سبق دیا ہے۔ انھوں نے تقلید اور نقالی کو زہر قاتل کے مترادف گردانا ہے۔ انھوں نے ملت اسلامیہ کی کامیابی کا راز خودی میں غوطہ زن ہونے اور زندگی کو اسلامی طرز حیات سے گزارنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مغربیت کی تقلید ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

اقبال کا کلام حیات آفرین ہے۔ اس نے مسلمانوں کا رہبانیت اور گوشہ نشینی سے آگے خود شناسی اور خود آگاہی کا سبق دیا ہے۔ انھوں نے اپنی شعری خوبیوں کے ذریعے مسلمانوں کی عظمت کو اُبھارنے کی سعی کی ہے۔ ان کی شاعری میں عشق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نظریہ عشق سے مقصدِ حیات کی تکمیل میں آسانی ہوتی ہے۔ امجد جنجوعہ کا مضمون "سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق" ۱۹۷۷ء میں "ایکو" کے شمارہ میں شائع کیا گیا۔ اس مضمون میں اقبال کے نظریہ عشق کو حضور ﷺ کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے۔ اقبال کے ہاں مسلمانوں کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اُسوہء حسنہ سے دوری، فرقہ واریت اور نفاق میں مبتلا ہونے کو بتایا گیا ہے۔ فرقہ واریت، نفرت، تعصّب، بداخلاقی، بدسلوکی، حرص و ہوس اور نفس پرستی یہ سب برائیاں مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ یہ تمام برائیاں اسلامی زاویہ نگاہ سے بھی غلط ہیں۔ ان سب سے اسی وقت چھٹکارہ ممکن ہے جب سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا جائے، عشقِ محمد ﷺ اور سیرت النبی ﷺ کو اپنایا جائے۔ اس ضمن میں امجد جنجوعہ لکھتے ہیں:

> "اقبال نے مسلمانوں کو حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے، اسوہء کی روشنی میں اعمال کی اصلاح کرنے اور عشق رسول ﷺ کی بدولت حضور ﷺ کے روحانی کمالات کو اپنے دل میں جذب کرنے کا درس دیا ہے۔"(۹)

علامہ اقبال بھی عشقِ محمد ﷺ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے(۱۰)
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ،لوح و قلم تیرے ہیں(۱۱)

''اقبال شناسی اور ایکو'' میں اعجاز اے ملک نے ''اقبال کا تصور خودی'' پر مضمون تحریر کیا ہے جو ''ایکو'' کے شمارہ میں ہی شائع کیا گیا ہے۔ یہاں اقبال کے نظریہ خودی کو اُن کے اشعار کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اقبال کا ایک خوب صورت شعر ملاحظہ کیجیے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پُوچھے ،بتا تیری رضا کیا ہے(۱۲)

''اقبال کا نظریہء عشق'' حمیرا یمین کا مضمون ہے جو ایکو کے شمارہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ یہاں بھی اقبال کے نظریہ عشق کو اسلامی تناظر میں ہی دیکھا گیا ہے ۔اقبال کے عشق کا محور اسلامی تعلیمات پر پختگی سے قائم رہنے کی دعوت دیتا ہے۔ ''اقبال شناسی اور ایکو'' میں انگریزی مقالات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اُن میں اقبال کے نظریات و تصورات کو بڑے نفیس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ''اقبال شناسی اور فنون'' کو ڈاکٹر سلیم اختر نے مرتب کیا ہے اور اسے بزم اقبال،لاہور نے شائع کیا ۔''فنون'' اردو ادب میں ترقی پسندانہ روایات کا ترجمان رہا ہے۔ اسے ۱۹۶۳ء میں اردو ادب کے ادیب احمد ندیم قاسمی نے لاہور سے جاری کیا۔ مجلّہ ''فنون'' نے جہاں اردو ادب میں اہم مضامین کو شائع کیا ہے وہیں ''اقبالیات'' کے شعبہ میں بھی گراں قدر کام کیا ہے۔ ''فنون'' کو ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ اس میں اقبالیات سے متعلق مضامین شائع ہونے شروع ہو گئے۔ ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں علامہ اقبال پر پروفیسر طاہر فاروق کا ''اقبال اپنے خطوط کے آئینے میں'' اور محمد یوسف خاں کا ''اقبال اور ہماری نشاۃ الثانیہ کی تہذیبی روایت'' دو اہم ترین مضامین شائع ہوئے۔ ''فنون'' میں جو بھی مضامین شائع ہوے ،اُن میں بڑے فکر انگیز ،وسعت نظر ،اقبال افروز ،جدید تقاضوں پر مشتمل اور معنی خیز مقالات و مضامین شائع ہوئے۔ ڈاکٹر سلیم اختر ''اقبالیات'' اور مجلّہ '' فنون'' کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

> '' ''اقبالیات'' کے فروغ میں بھی ''فنون'' کی خدمات قابل توجہ ہیں جہاں تک علامہ اقبال کی تخلیقی شخصیت کی تفہیم ،ان کے فکر و فن کے فروغ اور اقبالیات سے وابستہ فکر انگیز تحقیقات کا تعلق ہے تو ''فنون'' قیمتی اثاثے کا مخزن نظر آتا ہے۔''(۱۳)

''اقبال شناسی اور فنون'' میں جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے وہ فنون کے مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان مضامین کا انتخاب کر کے ڈاکٹر سلیم اختر نے بہترین کاوش کو تشکیل دیا ہے۔ زیر نظر تصنیف میں ''فنون'' کے جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے اُن کو مضامین کی نوعیت سے مختلف حصوں میں پیش کیا گیا ہے۔ جیسے تحقیق پر دو مضامین ''اقبال کے استاد مشفق سر طامس آرنلڈ'' از ڈاکٹر سعید اختر درانی اور ''اقبال اور شاہ سلیمان پھلواروی'' از حسن مثنیٰ ندوی کے بہترین مضامین ہیں۔ ایسی طرح نوادر پر بھی دو مضامین ''اقبال کے چند غیر مدون اور غیر مطبوعہ خطوط'' اور ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کا انگریزی متن بھی ممتاز انتخاب ہے۔ جن مضامین میں تجزیاتی مطالعہ کی کیفیت کو مصنف نے محسوس کیا ہے اس کے لیے حصہ ''تجزیہ'' کا انتخاب کیا ہے۔ اس حصہ کے مضامین کو پڑھ کر اقبال کے وجودی انداز فکر، عشرت فکر اور غم فریاد، وحدت الوجود، اقبال کے خطوط، روحانی مادیت اور اقبال کے ارتباط جیسے موضوعات کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہاں ایک حصہ تنقیدات کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے جس میں اقبال کی غزل، غالب اور اقبال-ایک تقابلی مطالعہ، علامہ اقبال کا معاشی تصور، گلشن راز اور اقبال اور ہماری نشاۃ الثانیہ کی تہذیبی روایات پر مشتمل مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح ایک حصہ خطبات پر شائع مضامین پر بھی مشتمل ہے، لیکن اس میں دو مضامین ''اقبال کے انگریزی خطبات'' از ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف اور

"خطبہ الہ آباد کے چند پہلو" از یوسف حسن کو شامل کیا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات کو ڈاکٹر سلیم اختر نے شائع کیا ہے جس میں انھوں نے مصنف، مضامین اور "فنون" کے شمارہ نمبر کی بھی نشان دہی کی ہے کہ کس شمارہ میں مضمون شائع کیا گیا ہے۔

"اقبال شناسی اور نیرنگ خیال" ایک عظیم کاوش ہے جسے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں اُن مضامین کو شامل کیا گیا ہے جو ادبی رسالہ "نیرنگ خیال" میں شائع کیے گئے۔ "نیرنگ خیال" کو حکیم یوسف حسن نے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے جاری کیا۔ یہ رسالہ ادبی اعتبار سے اعلیٰ صفات کا حامل رسالہ تھا۔ اس میں جہاں اردو ادب کے فن پاروں پر روشنی ڈالی گئی ہے، وہاں اقبالیات کے ضمن میں بھی اعلیٰ پایہ کے مضامین و مقالات کو شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ علامہ اقبال کی زندگی ہی میں ۱۹۳۲ء میں اقبال نمبر شائع کیا گیا۔ "نیرنگ خیال" کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اقبال شناسی کے حوالے سے اس میں اقبال پر پہلا مضمون جولائی ۱۹۲۴ء کے شمارے میں بھی شائع کیا گیا۔ "نیرنگ خیال" کی اقبال کے حوالے سے خدمات کو سراہتے ہوئے ڈاکٹر طاہر تونسوی رقم طراز ہیں:

> "۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک نیرنگ خیال اقبالیات پر شائع مضامین کا مطالعہ کیا جائے تو جہاں ایک طرف نیرنگ خیال کی اس شعبے میں کاوشوں کا پتا چلتا ہے وہاں ان سے اقبال کے فکر و فلسفہ کو بھی سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور یوں نیرنگ خیال نے اقبال شناسی کی جو روایت قائم کی وہ لائق تحسین ہے۔"(۱۴)

"اقبال شناسی اور نیرنگ خیال" کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے اس میں ۱۹۲۴ء سے ۱۹۸۸ء تک کے مضامین کا بہترین انتخاب کیا گیا ہے۔ ان مضامین سے اقبالیات پر کام کرنے والے محققین کے لیے اقبال کی تفہیم کو سمجھنے میں سہل پسندی کا معیار قائم ہوتا ہے۔ زیر نظر تصنیف میں جن مضامین و مقالات پر روشنی ڈالی گئی ہے اُن میں پیام اقبال، اقبال کی شاعری، فکر اقبال کے چند پہلو، متفاول اقبال، اقبال کا پیغام، عہد ساز اقبال، اقبال کی رباعیاں، اقبال اور بھرتری ہری، اقبال کا پیغام نوجوانوں کے نام، دور حاضر کا فکری بحران اور اقبال، شاعر مشرق سے میری ملاقات، اقبال ایک نظم نگار اور علامہ اقبال اور تصور پاکستان جیسے موضوعات کے ذریعے تفہیم اقبال کی ترویج کی گئی ہے۔ زیر نظر تصنیف میں "پیام اقبال" قاضی عبد الغفار کا مضمون ہے جس میں انھوں نے اقبال کی شعری خوبیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے خیالات و افکار کی بھی ترجمانی کی ہے۔ اُن کے نزدیک اقبال کی شاعری میں تغزل، ترنم، شوکت الفاظ، بندشیں، خیالات کی گہرائی اور بلندی بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ زبان میں داغؔ، فلسفہ میں غالبؔ اور قومیات میں شبلی اور حالی کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال کا فلسفہ حرکت و حیات اور پیام عمل کی ترغیب دیتا ہے۔ یہاں اقبال کی شعری معنویت سے پیام اقبال کی وضاحت کی گئی ہے جس کے لیے ان کے فارسی اور اردو اشعار کی خوب صورت پیش کش بھی کی گئی ہے۔ "اقبال کی شاعری" ملک راج آنند کا ایک پر معنی مضمون ہے جس میں اقبال کی شاعری کے ادوار اور اُن پر اثرات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ "متفادل اقبال" غلام احمد پرویز کا مضمون ہے جو "نیرنگ خیال" میں شائع کیا گیا۔ یہاں بھی اقبال کے پیام حیات کی طرف اشارہ ملتا ہے جس نے مسلمانوں کی زندگی میں نئی روح پھونکی۔ اس ضمن میں غلام پرویز لکھتے ہیں:

> "پیام حیات ہمارے متفادل رموز شناس فطرت شاعر کا جس نے فی الواقعہ مسیحائی کا کام کیا ہے اور یہ ہے قوم کی حالت بدلنے کے لیے پہلے افراد ملت کی ذہنیت بدلنی ضروری ہوتی ہے تو بلا خوف تردید کہا جائے گا کہ آج مسلمانوں میں اگر کچھ زندگی کے آثار نظر آنے لگے ہیں تو یہ علامہ ممدوح مد ظلہ العالی کے پیام حیات بخش کے رہین منت ہیں۔"(۱۵)

"فکر اقبال کے چند پہلو" غلام جیلانی برق کا مضمون ہے جسے "نیرنگ خیال" مجلہ میں شامل کیا گیا ہے۔ پیام اقبال کی بہت سی جہات ہیں، لیکن یہاں جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ موت و حیات اور دل و دنیا کی وضاحت میں ہیں۔ اقبال کے نزدیک زندگی کی سب سے بڑی قوت عشق میں مزین ہے اور اس سے ہی حیاتِ دوام میں آسودگی پیدا کی جاسکتی ہے۔ یہاں روح، کائنات، زندگی، موت اور قربِ الٰہی کی اصلیت کو جاننے کے لیے عشق کی کیفیت کو بہت اہم تصور کیا ہے اور اقبال کے کلام سے اس کی معنویت کو بھی پیش کیا ہے۔ دیانرائن نگم کا ایک مختصر مضمون "اقبال کا پیغام" بھی "اقبال شناسی اور نیرنگ خیال"" میں شامل ہے۔ یہ مضمون مختصر ترین ہے، لیکن اقبال کے فلسفہ خودی کی وضاحت کرتا ہے۔ دیانرائن فلسفہ خودی کے ضمن میں اقبال کے مؤقف کو بیان کرتے ہیں:

"اقبال کا فلسفہ خودی سمجھنے کی چیز ہے کیونکہ اس پر وہ ملک و قوم کی ترقی کی بنیاد قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کے زور پر وہ ملک کا ساری دنیا پر چھا جانے اور دوسری جانب رنگ و بو کا راز پانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اسی کو وہ دین و دنیا، زمین و آسمان پر حاوی سمجھتے ہیں اور اسی کو وہ دنیاوی عشرت پر غالب آنے اور الوہیت کی منزلیں طے کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔"(۱۶)

اقبال کی خودی میں دین و دنیا کی معنویت واضح ہوتی ہے لیکن اس کی تکمیل کے لیے یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے "عہد ساز اقبال" کے نام سے مضمون تحریر کیا ہے۔ انھوں نے اقبال کے فلسفہ کے کرینوں کو نشان دہی کی ہے۔ اُن کے نزدیک اقبال کے فلسفہ کی قوتوں کا اصل مآخذ اسلامی نقطہء نظر ہے جس میں قرآن اور اسوہ رسول ﷺ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند نے "اقبال کی رباعیاں" کے عنوان سے مضمون تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے اقبال کے منسوخ اردو کلام سے چار، بانگِ درا سے ایک اور پیام مشرق سے ایک فارسی رباعی کی تفصیل پیش کی ہے۔ میرزا محمد بشیر نے "اقبال اور بھرتری ہری"(۱۷) پر مضمون تحریر کیا ہے۔ یہاں بھرتری ہری کا تعارف اقبال کے ذریعے سے پیش کیا گیا ہے کہ بہت کم لوگ انھیں فارسی اور اردو ادب کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اقبال انھیں رومی، نطشے اور گوئٹے کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری میں بھرتری ہری سے متاثرہ جذبات کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ اقبال اس قدیم فلسفی اور شاعر کے ادب، موسیقی اور فنون لطیفہ کے ضمن میں تصورات و نظریات سے متاثر تھے۔ "اقبال کا پیام، نوجوانوں کے نام" ڈاکٹر نبی احمد اطہر کا بہترین مضمون ہے جس میں اقبال کے کلام اور فلسفیانہ انداز فکر سے نوجوانوں کو بیدار کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر نبی احمد اطہر نے اقبال کے جذبات و احساسات کو اُن کے شعری کلام کے ساتھ ساتھ مشرقی اور مغربی نظریات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ اقبال اپنے نوجوانوں میں کاہلی اور سستی کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ توان کے اندر زورِ حیدری اور استغنائے مسلمانی کے جوہر دیکھنے کے خواہاں تھے۔ کسی بھی قوم میں نوجوانوں کا کردار کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نوجوانوں کے خون جگر میں بہتری کی طرف جانے کے لیے عناصر موجود ہیں تو تاریخ اور فلسفہ میں ان کی اہمیت کو ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ اقبال اپنے نوجوانوں میں اعلیٰ صفات، عمل پیہم، یقین محکم، یقین کی پختگی اور مسلسل حرکیات کی صورت قائم کرنا چاہتے تھے۔ بقول ڈاکٹر نبی اطہر:

"کسی قوم کی تاریخ نوجوانوں کے خون جگر سے لکھی جاتی ہے اور جو فلسفہ یا تاریخ خون جگر سے خالی ہو یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار ہے۔ اقبال نے اس اہم قربانی میں اپنے نوجوانوں کے پیچھے دیکھنا پسند نہیں کیا بلکہ سپاہیانہ اور صف آرا زندگی ہی انہیں عزیز ہے۔ جو نوجوان خلوص کی سچی حرارت سے سرشار ہے وہ پتھر کی چٹان سے جوئے شیر نکالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"(۱۸)

"دور حاضر کا فکری بحران اور اقبال" ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی کا اقبال شناسی کے حوالے سے ایک اہم مقالہ ہے۔ یہاں اقبال کے نظریات و تصورات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں عقلیت پرست اور سائنسی نظریات کو علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ کے تناظر میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ حجاب امتیاز علی کے مضمون "شاعر مشرق سے میری ملاقات" میں ایک ڈرامائی انداز فکر کو اپنایا گیا ہے اور علامہ اقبال سے تصوراتی ملاقات کی مصوری کی گئی ہے۔ "اقبال۔۔۔۔۔۔ایک نظم نگار" نظیر صدیقی کا ایک اہم مضمون ہے جس میں اقبال کی شاعری کے ابتدائی دور کے ارتقائی مراحل کی نشان دہی کی گئی ہے۔ نظیر صدیقی کے نزدیک اقبال غزل گو شاعر پہلے تھے اس کے بعد نظم نگار کے طور پر ترقی کی منازل طے کیں۔ اقبال کی شاعری کا آغاز غزل سے ہی ہوتا ہے، لیکن انھوں نے غزل کو اپنا مقصود نہ بنایا بلکہ نظم میں نمایاں مقصدی شاعری کی ترویج کی۔ نظیر صدیقی نے اپنے اس مضمون میں اقبال کی اردو اور فارسی نظموں کی بھی نشان دہی کی ہے۔ انھوں نے ان کی نظموں میں فلسفیانہ خیالات، قومی اور بین الاقوامی موضوعات کو سراہا ہے۔ اقبال کی شاعری میں معنویت کے لحاظ سے جمالیات، فکریات، مقصدیت اور قومیت کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال کے اردو اور فارسی کلام میں سب سے بڑی فکری اور فنی عظمت مقصدیت میں کارفرما ہے۔ اس ضمن میں نظیر صدیقی تحریر کرتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اقبال کی شاعری شروع سے آخر تک مقصدی ہے لیکن ان کے بارے میں اعتراف ضروری ہے کہ انھوں نے شاعری کو اتنا مقصدی نہیں بنایا جتنا کہ مقصد کو شاعری بنا دیا۔ ان کے بعد اردو نے مختلف سمتوں میں ترقی اور تجربے کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں، لیکن اس کے باوجود فکری اور فنی عظمت کے اعتبار سے کوئی بھی شاعر ان کے قریب نہیں پہنچا۔"(۱۹)

"اقبال شناسی اور نیرنگ خیال" ڈاکٹر طاہر تونسوی کی ایک اہم کاوش ہے۔ انھوں نے مجلّے "نیرنگ خیال" کے اہم مقالات کو جمع کر کے ایک کتابی شکل دی ہے۔ اس تصنیف کے آخری مضمون کا عنوان "علامہ اقبال اور تصور پاکستان" ہے جو سید انصار ناصر کی کاوش ہے۔ یہ مضمون اقبال کے سیاسی افکار کا ترجمان ہے۔ یہاں پاکستانیت کے حصول کے لیے قائد اعظم اور علامہ اقبال کے ساتھ دوسرے سیاسی رہنماؤں کی جدوجہد اور حرکیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ بحر حال "اقبال شناسی اور نیرنگ خیال" میں شامل ہر مضمون علامہ اقبال کی مختلف جہات میں کسی نہ کسی در کو واضح کرنے میں اہم کردار کا مالک ہے۔

"اقبال شناسی اور سویرا" ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کی ایک اہم کاوش ہے۔ مجلّے "سویرا" کا پہلا شمارہ ۱۹۴۶ء میں منظر عام پر آیا۔ اسے چودھری برکت علی (۲۰) کے بھتیجے چودھری نذیر احمد نے جاری کرایا اور انھوں نے "ادب لطیف" کو رگِ جاں اور "سویرا" کو نئی رگِ جاں کے نام سے منسوب کیا۔ "سویرا" کے ابتدائی دور میں زیادہ تر ترقی پسند ادیبوں کے نظریات کو فروغ دیا گیا۔ احمد ندیم قاسمی اور فکر تونسوی بھی اس کے ابتدائی شماروں کی مجلس ادارت میں شامل رہے۔ جس دور میں "سویرا" کا رسالہ جاری کیا جاتا تھا، اس کے ساتھ نقوش اور ادب لطیف جیسے شمارے بھی شائع کیے جاتے تھے۔ چودھری نذیر احمد کے بعد ان کے بھائی حنیف رامے نے بھی "سویرا" کے مدیر کے طور پر خدمات سر انجام دیں۔ انھوں نے جدید ادبی رجحان کے ساتھ ادب اور آرٹ کو بھی فروغ دیا۔ حنیف رامے کی ایک اور کاوش قابل دید ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال سے ڈرامے اور مضامین لکھوا کر "سویرا' میں شائع کیے۔ "اقبال شناسی اور سویرا" میں ڈاکٹر اجمل نیازی نے اقبالیات پر مشتمل آٹھ مضامین کو شائع کیا ہے جن میں جدید ادبی مسائل کی کھوج لگائی گئی ہے۔ وہ اقبال اور "سویرا" میں شامل مضامین کے ضِمن میں لکھتے ہیں:

> "اقبال کے فکر و فن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ جس میں ایک خاص تعداد غیر معیاری اور مکتبی نوعیت کے مضامین کی بھی ہے۔ مگر "سویرا" میں شائع شدہ مضامین اپنے اندر مضویت اور گہرائی رکھتے ہیں۔ چناچہ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ تحریریں اس میدان میں ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔"(۲۱)

"اقبال شناسی اور سویرا" میں ڈاکٹر اجمل نیازی نے جو مضامین شامل کیے ہیں۔ اُن میں ڈاکٹر جاوید اقبال کے دو مضامین "اقبال باپ کی حیثیت سے" اور "جدید اسلام میں لبرل ازم کی تحریک اور علامہ اقبال"، عزیز احمد کا "اقبال اور فن برائے زندگی"، سلیم واحد سلیم کا "اقبال کی فارسی شاعری اور اہلِ ایران"، احتشام حسین کا "اقبال کی رجائیت کے چند پہلو"، جیلانی کامران کا "مذہب کے مستقبل کا مسئلہ اور اقبال" اور ڈاکٹر وحید قریشی کا "خطوطِ اقبال کا ذخیرہء محمد عمرالدین مکتوباتِ علامہ محمد اقبال" بہت ہی اہم مضامین ہیں۔ "ایک باپ کی حیثیت سے" ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے بچپن سے لے کر اپنے والد کی وفات تک بہت سی کیفیات کو پیش کیا ہے جس سے علامہ اقبال کی نجی زندگی کی عکاسی ہوتی ہے۔ گھر میں اقبال کے رہن سہن اور مختلف اوقات میں مختلف رجحانات کا پتا چلتا ہے۔ "اقبال اور فن برائے زندگی" عزیز احمد کا اقبال اور فن برائے زندگی کے حوالے سے ایک بہترین مضمون ہے۔ اقبال کے ہاں آرٹ کا بنیادی محرک عشق یا وجدان ہی ہے اسی سے سماجی زندگی اور سماجی رویوں میں بہتری کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ ایسا فن یا ادب جسے زندگی کے ارتقا، اس کی فلاح و بہبود اور اصلاح سے کوئی سروکار نہیں، وہ فن اور ادب بے کار ہے۔ یہاں اقبال اور لینن کے نظریہ فن کا موازنہ بھی کیا گیا ہے جس سے مشرقی اور مغربی نظریات فن کے ضمن میں آگہی ہوتی ہے۔ اقبال آرٹ میں افادیت کے پہلوؤں کے قائل تھے اور آرٹ کا مقصد زندگی میں آسودگی کے مواقع فراہم کرے۔ اس مضمون میں "فن برائے فن" پر تنقید، آرٹ اور لذتِ مرگ اور رجعت پسند فن کی نفسیات کو بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سلیم واحد سلیم کا "اقبال کی فارسی شاعری اور اہلِ ایران" بھی ایک اہم مضمون ہے۔ اس مضمون میں اقبال شناسی کی ایران میں مختلف کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں اقبال کی ایران میں کم شہرت کی نشان دہی کی گئی ہے اس میں ایک وجہ تو اقبال عالم گیر اسلامی اخوت، برادری اور اتحاد کے خواہاں ہیں۔ وہ شروع میں وطینت کے قائل تھے لیکن بعد میں انھوں نے وطنیت کو اسلامی قومیت کے لیے سنگِ گراں قرار دیا ہے۔ اقبال کے نزدیک مذہب سب سے بڑا ہے اور وطن اس کے تابع ہی ہے۔ اقبال عالم اسلام کو اتحاد سے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایران ہمیشہ وطن پرست رہا ہے اسی لیے اقبال کے افکار ایران میں مقبولیت نہیں پا رہے ہیں۔ سلیم واحد سلیم اقبال کے وطن اور ایران کے وطن پرست ہونے کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "اقبال کے نزدیک وطن مذہب کا کفن ہے اور وطن پرست مذہب کی روح کو فنا کرنے والے ہیں لیکن جس وقت اقبال یہ پیغام عالم اسلام کو دے رہا تھا اس وقت ایران میں وطنیت اور جمہوریت کے جذبات نہایت شدت سے ابھر رہے تھے۔ اگرچہ اہل ایران ہمیشہ سے وطن پرست رہے ہیں اور وطن پرستی کا جذبہ ان کے دلوں میں ہمیشہ جاگزیں رہا ہے لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد سے وطن پرستی کا جذبہ جنون کی حد بڑھا ہوا ہے۔"(۲۲)

''اقبال شناسی اور سویرا'' میں احتشام حسین کا اقبال شناسی کے حوالے سے ''اقبال کی رجائیت کے چند پہلو'' ایک اہم نوعیت کا مضمون ہے۔اس میں اقبال کے شعری اور فلسفیانہ رجحانات کے تناظر میں رجائیت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔اقبال کے ہاں رجائیت کا عنصر نمایاں ہے اور قنوطیت سے پرہیز کا رجحان زیادہ ہے۔ان کے ہاں رجائیت میں حقیقت پسندی کے عناصر موجود ہیں۔اقبال کے شعری اور فلسفیانہ خیالات و نظریات کی روشنی میں رجائیت اور دیگر پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔اسی طرح ڈاکٹر جاوید اقبال نے ''جدید اسلام میں لبرل ازم کی تحریک اور علامہ اقبال'' پر نہایت پُر مغز مضمون تحریر کیا ہے۔اس مضمون میں علامہ اقبال کے لبرل ازم سے متعلق نظریات کو تاریخ کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔جاوید اقبال کے نزدیک اقبال کے لبرل ازم میں سرسید کی قدامت پسندی، مولانا شبلی کی ریڈکل ازم اور جمال الدین افغانی کی پان اسلام ازم کے مرکبات شامل ہیں۔اقبال کی نیشنل ازم میں اسلام ازم کے عناصر کارفرما ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال نے نیشنل ازم کی جگہ اسلام کو ایک اجتماعی تعمیری قوت کی حیثیت سے پیش کر کے دراصل 'اسلامی نیشنل ازم' کے تصور کو آگے بڑھایا جو بالا آخر برصغیر ہند کے مسلمانوں کو ایک جداگانہ ریاست کے قیام پر منتج ہوا۔ہندی مسلمانوں ہی کے اندر سے ایک نئی قوم عالم وجود میں آئی 'جس کے کلچر اور تمدن کا نقشہ اسلامی خطوط پر کھینچا گیا تھا۔''(۲۳)

علامہ اقبال نے اشتراکیت کے نظام میں بھی اسلامی قانون اور نقطہ نظر کو اپنایا ہے۔اس مضمون میں نیشنل ازم، لبرل ازم، اشتراکیت اور اسلامی نیشنل ازم کی وضاحت ہوتی ہے۔''مذہب کے مستقبل کا مسئلہ اور اقبال'' بھی ''سویرا'' مجلے کے شائع کردہ مضمون ہے جسے جیلانی کامران نے تحریر کیا ہے۔اس مضمون میں اقبال کے مذہب کے بارے میں خیالات و نظریات کو پیش کیا گیا ہے۔اقبال کا مذہب کے مستقبل کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ فطرت کے مرہونِ منت ہے۔انسان نے مادی دنیا میں خواہ کتنی ہی ترقی کی ہے لیکن اس کا اصل مآخذ فطرت کے کرینوں میں ہی پنہاں ہے۔انسانی زندگی میں مذہب کا مستقبل ہی اس کا بنیادی اور حقیقی مستقبل ہے۔ڈاکٹر وحید قریشی نے ''خطوط اقبال کا ذخیرہء محمد عمر دین'' کے نام سے مضمون تحریر کیا ہے۔ان مکاتیب میں انگریزی اور اردو اقتباسات کو بھی پیش کیا گیا ہے اور ان کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔''اقبال شناسی اور سویرا'' کے آخر میں علامہ اقبال کے ساتھ ایسے مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے جو ''عمر الدین ذخیرہء خطوط'' میں شائع کیے گئے ہیں۔ان میں تین تعارفی خط ڈاکٹر سید ظفر الحسن مرحوم کے نام ہیں اور باقی چار میں سے دو پروفیسر محمد عمر الدین اور دو پروفیسر ڈاکٹر ظفر الحسن کے نام ہیں۔

''اقبال شناسی اور اوراق'' ڈاکٹر انور سدید کی مرتب کردہ کاوش ہے۔اس تصنیف میں اُن مضامین کو شامل کیا گیا ہے جو علامہ اقبال کے فکر و فن کے حوالے سے مجلّہء ''اوراق'' میں شائع ہوئے۔''اوراق'' مجلّے کو جنوری ۱۹۶۶ء میں جاری کیا گیا اور اس اہم کام کو ڈاکٹر وزیر آغا نے سرانجام دیا۔وہ علامہ اقبال کے فکر و فن سے والہانہ شغف اور گہری چاہت رکھتے تھے۔انھوں نے ''اقبالیات'' کے مطالعہ کو ہمیشہ وسعتِ نظر اور بصیرت کی آنکھ سے ہی دیکھا ہے۔اُن کے مزاج میں اقبال کے فکر و فلسفہ کی گہرائی آشکار ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے ''اقبال کے تصورات عشق و خرد'' کے عنوان سے تصنیف بھی شائع کرائی ہے۔زیر نظر تصنیف میں بھی متعلقہ موضوع پر ان کا مقالہ سرفہرست شامل کیا گیا ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے مجلّے ''اوراق'' کو شائع کر کے اقبالیات کے فروغ میں اضافہ کیا ہے۔ان کے ہاں اقبالیات سے چاہت اور مطالعہ کا ذوق و شوق، مولانا صلاح الدین کے زیر سایہ پروان چڑھا ہے کیوں کہ مولانا نے اپنے ادبی رسالے ''ادبی دنیا'' میں ڈاکٹر وزیر آغا کو شریک مدیر بنالیا تھا۔مولانا صلاح الدین کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد ہی ڈاکٹر وزیر آغا نے ''اوراق'' مجلّے کو جاری کر دیا۔مجلّہ ''اوراق'' بھی ''ادبی دنیا'' کا پیش خیمہ ہی نظر آتا ہے کیوں کہ اقبال دوستی کے سوتے مولانا کے مجلّے ''ادبی دنیا'' سے ہی پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں اور ڈاکٹر وزیر آغا کے ادبی نظریات و تصورات پر مولانا صلاح الدین کی گہری چھاپ کے اثرات نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں۔''اقبال شناسی اور اوراق'' میں شامل مضامین کے ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''زیر نظر کتاب ''اوراق'' میں اشاعت پذیر چند ایسے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے جس کے لکھنے والے اقبال شناسی کے متنوع زاویوں کو روشن کرتے ہیں۔اوراق میں یہ مضامین شائع ہوئے تو ان کی صدائے بازگشت دور دور تک سنی گئی۔ان سے متعدد نئے مباحث کو فروغ حاصل ہوا اور اقبال پر نئے کام میں انہیں حوالے کے طور پر پیش کیا گیا۔''(۲۴)

''اوراق'' مجلّے میں مختلف اقبال شناسوں کے مضامین شائع کیے گئے جن میں سے ڈاکٹر انور سدید نے اہم مضامین کو اپنی زیر نظر تصنیف میں شائع کیا۔انھوں نے ان مضامین کی تلاش میں کافی تگ و دو کی اور اس ضمن میں مدیران اوراق ڈاکٹر وزیر آغا اور سجاد نقوی نے بھی ان کی مدد کی۔''اقبال شناسی اور اوراق'' کو ڈاکٹر انور سدید نے

مرتب کر کے اقبال شناسی کی روایت کو قائم کیا ہے جس سے اُن کی علامہ اقبال سے گہری وابستگی بھی عیاں ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے زیر نظر تصنیف کے مضامین کو موضوعات کی نوعیت سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جیسے فکر اقبال والے حصے میں فکر اقبال سے مطابقت رکھنے والے مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ اُن مضامین میں "اقبال کے تصوراتِ عشق و خرد" ڈاکٹر وزیر آغا، "اقبال کی معنویت" جگن ناتھ آزاد، "اقبال کا تصورِ زمان و مکان" رشید امجد اور "انائے انسانی اور انائے کبیر" نعیم احمد کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ علامات اقبال کے حوالے سے دو مضامین کو شامل کیا گیا ہے جن میں اسلوب احمد انصاری کا "اقبال کی شاعری میں "لالہ" کی علامت" اور ڈاکٹر وزیر آغا کا "کرمکِ ناداں کرمک شب تاب تک" بھی اہم مضامین ہیں۔ دو مضامین رموزِ فن کے حوالے سے اقبال کی فکریات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اُن میں اقبال کا عروضی نظام اور اقبال کی نظموں کا ساختیاتی پہلو کو شامل کیا گیا ہے جن سے اقبال کے عروضی نظام اور نظموں میں ساختیاتی رجحانات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ تین مضامین تجدّدِ فن کے ضمن میں بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اُن میں ڈاکٹر سید عبد اللہ کا "کیا اقبال جدیدیت کے پیش رو تھے؟"، ڈاکٹر سعد اللہ کلیم کا "اقبال کی اردو غزل—ایک منفرد لہجہ"، اور ڈاکٹر تبسم کشمیری کا "نئی اردو شاعری اور اقبال" بھی منفرد نوعیت کے مضامین ہیں۔

تشریح اقبال والے حصے میں دو مضامین شامل کیے گئے ہیں جن میں "اقبال اور مسجد قرطبہ" عمیق حنفی اور "اقبال کی ایک نظم—بزمِ انجم" افضل ملک کے بہترین مضامین ہیں۔ تین مضامین دانشورانِ عالم اور اقبال کے حصے میں شامل کیے گئے ہیں۔ ان مضامین میں روڈلف پان وچ اور اقبال، اقبال اور حلّاج، ضالب، اقبال اور بیدل کے نظریات اور خیالات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ کتبِ اقبالیات کے حصے میں دو کتابوں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اُن میں "اقبال اور غزل" ساحل احمد کی تصنیف ہے جس کا تجزیاتی مطالعہ تاج پیامی نے پیش کیا ہے اور دوسری ڈاکٹر انور سدید کی تصنیف "اقبال کے کلاسیکی نقوش" کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ صدیق جاوید نے پیش کیا ہے۔ صدیق جاوید، ڈاکٹر انور سدید کی تصنیف کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

> "انور سدید کی کتاب "اقبال کے کلاسیکی نقوش" پڑھ کر مجھے سب سے پہلے یہ احساس ہوا کہ انور سدید کے یہ مضامین نہ صرف تجسس، تفہیم تنقید کے مراحل سے گزرنے کے بعد وجود میں آئے ہیں بلکہ یہ اقبال کے قاری کے ذوق کی تربیت اور شعور کی رہنمائی کا منصب بھی بہ حسن و خوبی ادا کرتے ہیں۔"(۲۵)

"اقبال شناسی اور اوراق" کے آخر میں ڈاکٹر انور سدید نے اشاریہ پیش کیا ہے جس میں انھوں نے مجلّے "اوراق" میں شائع ہونے والے مضامین کو زمانی اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ جہاں مضمون کے عنوان اور مصنف کو واضح کیا گیا ہے وہاں شمارے میں صفحات نمبرز کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ "اقبال شناسی اور سیارہ" جعفر بلوچ کی مرتب کردہ کاوش ہے۔ اسے بزم اقبال، لاہور نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ "سیارہ" نے پاکستانیت میں ادب اسلامی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ رسالہ اول اول ماہانہ جریدے کے طور پر اگست ۱۹۶۲ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اس کی ادارت کے فرائض مولانا نعیم صدیقی نے سر انجام دیے۔ "سیارہ" کے رکن و مدیر اور منتظم کے طور پر پروفیسر فروغ احمد، طاہر شادنی، حفیظ الرحمٰن احسن اور جناب فضل فن اللہ مرحوم کے نام بھی قابل ذکر ہیں۔ "سیاری" نے جہاں تحریک ادب اسلامی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے وہیں شعبہ اقبالیات کی بھی ترجمانی کی ہے۔ مجلّے سیارہ کی اقبال اور اقبالیات سے تعلق کی وضاحت اس کے اقبال نمبرز کی اشاعت سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ "سیارہ" میں اقبال نمبروں کے حوالے سے جعفر بلوچ لکھتے ہیں:

> "سیارہ نے فکر اقبال کی تفسیر و تبلیغ میں سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ اس نے دو اقبال نمبر شائع کیے، پہلا اقبال نمبر مئی ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا، دوسرا فروری مارچ ۱۹۷۸ء میں۔ سیارہ کا ایک اور اقبال نمبر بھی طباعت و اشاعت کے لیے تیار رکھا ہے۔ ان اہم اور جاذب توجہ اقبال نمبروں کے علاوہ بھی سیارہ کا شاید ہی کوئی شمارہ اقبال اور اقبالیات کے روشن صفحات سے تہی دامن نظر آئے۔ اقبالیات سے سیارہ کے محکم و مضبوط تعلق کی بنا پر اگر سیارہ کو مطالعہ اقبالیات کا ایک ناگزیر ماخذ قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔"(۲۶)

"اقبال شناسی اور سیارہ" جعفر بلوچ کی ایک اہم کاوش ہے۔ اس میں اقبالیات کے حوالے سے بیس منفرد اور جاذب مطالعہ مضامین کو شامل کیا گیا ہے اور آخر میں "سیارہ" میں جو مضامین اقبال شناسی کے حوالے سے شائع ہوتے رہے، اُن کا اشاریہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر تصنیف میں شامل ہر مضمون بازیافت اقبال کے مقصدِ حیات کو ممتاز کرتا ہے، اقبال کی فکریات، فلسفیانہ سوچ اور نظریات کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ اقبال کا پیغام اپنی خودی کو جاننے کی ترغیب دیتا ہے۔ اقبال کا پیغام ہمیں اپنے

تاریخی تجربات، اصول و آئین، اقدار و روایات، اعتقادات و نظریات، حلال و حرام، سیاسی و معاشی نظام، فنونِ لطیفہ، معیارِ زندگی اور معاشرتی رویوں کو درست انداز میں اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔

''اقبال شناسی اور راوی'' میں اُن مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے جو مجلّے ''راوی'' میں شائع کیے گئے۔ اسے رانا جماعت علی نے مرتب کیا ہے۔ ''راوی'' گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور کا ایک قدیم مجلّہ ہے۔ ''راوی'' کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۰۶ء میں منصہ ءشہود پر نمودار ہوا۔ شروع میں اس مجلّے کو انگریزی زبان میں جاری کیا گیا۔ اس کا مدیر بھی کالج کے اساتذہ ہی میں سے ہوا کرتا تھا۔ گورنمنٹ کالج کے ''راوی'' مجلّے نے ابتدا سے اب تک ادیبوں کی کاوشوں کو منظرِ عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ شروع میں اردو کی نسبت ''راوی'' میں مقامی زبانوں کو فوقیت دی گئی، اُن میں پنجابی اور ہندی کی کاوشوں کو ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲ میں شائع کیا گیا۔ یہاں تک کہ مئی ۱۹۱۷ء میں مکمل شمارہ ہی پنجابی گیتوں کے لیے مخصوص کیا گیا۔ اردو زبان کو ۱۹۱۶ء میں ''راوی'' میں صرف دو صفحات کی جگہ دی گئی۔ پطرس بخاری نے اپنے ادارتِ ''راوی'' کے زمانے میں اردو زبان کو بڑی اہمیت دی اور اردو کے لیے حصہ مختص کیا گیا۔ جناب امتیاز علی تاج نے بھی اپنے دورِ مدیر ''راوی'' ہونے کے ناطے سے اردو زبان کو فوقیت دی۔ علامہ اقبال کا گورنمنٹ کالج، لاہور سے بہت گہرا ربط ہے۔ انھوں نے اس عظیم ادارے میں جہاں حصول تعلیم کے لیے تگ و دو کی ہے وہاں ایک عرصہ تک تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ اس ضِمن میں رانا جماعت علی خاں رقم طراز ہیں:

> ''علامہ اقبال کا گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلق ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۹ء تک بطور طالب علم رہا اور ۱۹۰۲ء سے یکم جنوری ۱۹۱۱ء تک وہ بطور استاد گورنمنٹ کالج سے منسلک رہے۔ اس میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک بلا تنخواہ رخصت برائے حصول تعلیم یورپ میں قیام کا عرصہ بھی شامل ہے۔ یورپ سے واپسی پر اگرچہ آپ نے ۱۹۰۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا مگر ۱۹۰۹ء میں دوبارہ فلسفہ کے پروفیسر کی حیثیت سے گورنمنٹ کالج سے تعلق جوڑ لیا جو یکم جنوری ۱۹۱۱ء تک قائم رہا۔''(۲۷)

جن دنوں علامہ اقبال گورنمنٹ کالج سے وابستہ تھے، اُس دوران ان کا کلام ''راوی'' میں شائع نہیں ہوا۔ یہ بات قابل غور ہے لیکن سب سے پہلے جو مضمون علامہ اقبال پر ''راوی'' میں شائع ہوا، وہ کاوش ایک ہندو طالب علم کیشو داس عاقل نے سرانجام دی۔ ''راوی'' میں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۸۷ء تک کثیر تعداد میں مضامین شائع ہوئے اور چار اقبال نمبر بھی شائع کیے گئے۔ اقبال شناسی کی روایت میں مجلّے ''راوی'' کی گراں قدر خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ زیر نظر تصنیف میں اُن تحریروں کو ہی شامل کیا گیا ہے جو ''راوی'' میں شائع ہوتی رہیں۔ اس تصنیف میں اکتیس مضامین اردو زبان میں اقبال شناسی کی روایت کو قائم کیے ہوئے ہیں اور ان میں چھ مضامین انگریزی زبان میں اقبال شناسی کی روایت کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے اہم تصور کیے جاسکتے ہیں۔ تمام مضامین و مقالات پُر معنی اور پُر مغز نوعیت کے ہیں جن سے اقبال شناسی کی مختلف جہات سے واقفیت ہوتی ہے۔

''اقبالیات کی مختلف جہتیں'' کو یونس جاوید نے مرتب کیا ہے۔ اس میں جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے وہ مجلّے ''صحیفہ'' کے شائع شدہ مضامین ہیں۔ اس کا پہلا انتخاب ''صحیفہ اقبال'' کے نام سے شائع کیا گیا اور زیر نظر دوسرا مجموعہ ہے۔ اس میں مضامین کو موضوعات کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مضامین کے اس مجموعے کے پہلے حصے کے ضِمن میں یونس جاوید رقم طراز ہیں:

> ''اس انتخاب کے پہلے حصے میں ایسے مشاہیر کے حوالے سے مضامین شامل ہیں جو علامہ اقبال سے گہری وابستگی رکھتے تھے یعنی مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی، یا ایسی بزرگ ہستیاں جن سے علامہ اقبال نے کسی نہ کسی طور اثرات قبول کیے۔ ان میں سید جمال الدین افغانی اور مولانا انور شاہ کاشمیری صاحبان کے نام نامی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ''جاوید نامہ'' میں جو تصوراتی اسلامی مملکت کا خاکہ اقبال نے پیش کیا تھا اس میں انھوں نے جمال الدین افغانی ہی کو ذریعہ ءاظہار بنایا تھا۔ اسی طرح مولانا انور شاہ کاشمیری کا نام نامی ہے جن سے علامہ اقبال کی مشاورت بھی رہی اور خط و کتابت بھی۔''(۲۸)

زیر نظر تصنیف کے دوسرے حصے میں فکر اقبال کی جہات کی تاروں کو چھڑا گیا ہے۔اُن میں اقبال کا تصورِ کائنات،اقبال کا نظریہ-فن تعمیر کے بارے میں،اقبال اور فکر مغرب،فکر اقبال مآخذ اور علم جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔تیسرے حصے میں کلام اقبال کی مختلف اصناف کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔یہاں اقبال کی فارسی غزل،مثنوی مسافر،رباعیات اور نظموں پر تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔اس تصنیف کے چوتھے اور آخری حصے میں دورہ مدارس اور دورہ کابل سے متعلق بحث کی گئی ہے۔یہاں اقبال کے شہنشاہ بابر اور سلطان ٹیپو کے مزارات کے حوالے سے بھی روداد پیش کی گئی ہے۔بحر حال اقبال شناسی کے حوالے سے یہاں نئے مضامین دیکھنے کو ملے ہیں جن سے اقبال شناسی کی روایت کو نئے انداز سے قائم کیا گیا ہے۔

''اقبال شناسی اور جرنل ریسرچ''کوڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے مرتب کیا ہے۔''جرنل آف ریسرچ'' پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہونے والا علمی و تحقیقی مجلّہ ہے۔اس مجلّے کو ۱۹۶۶ء جاری کیا گیا اور اس کی مجلس ادارت کے فرائض بھی یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان کے ذمے کی گئی۔شروع میں پروفیسر سراج الدین نے مدیر اعلیٰ کے فرائض انجام دیے۔اس مجلّے میں بڑے بڑے نمبر بھی شائع کیے گئے۔جیسے جنوری ۱۹۶۹ء میں ''غالب نمبر''،۷۸۔۱۹۷۷ء میں اقبال نمبر اور جولائی ۱۹۸۱ء میں آغاز پندرھویں صدی ہجری کے ضِمن میں بھی شمارہ شائع کر کے اہم کاوش سرانجام دی۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ''اقبال شناسی اور جنرل ریسرچ'' کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

> ''زیر نظر کتاب ''جرنل آف ریسرچ''میں شائع شدہ مضامین اقبالیات کے انتخاب پر مشتمل ہے۔یہ مضامین تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ان میں سے بعض ''اقبال میموریل لیکچر'' کے طور پر یونیورسٹی کے خاص اجتماعات میں پیش کیے گئے۔علمی اعتبار سے جرنل میں شائع شدہ سب مضامین،اقبالیات کے بہترین مقالات شمار ہونے کے لائق ہیں۔''(۲۹)

''اقبال شناسی اور جرنل آف ریسرچ'' ڈاکٹر رفیع الدین کی ایک اہم کاوش ہے۔اس میں چھ مضامین اردو زبان میں اور دو انگریزی زبان میں اقبال شناسی کی روایت میں پیش کیے گئے ہیں۔ان مضامین میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا''فلسفہء اقبال کے نفسیاتی صنائع''،ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا''مذہب اور سائنس،اقبال کی نظر میں''،ڈاکٹر عاشق بٹالوی کا''اقبال اور تحریک پاکستان''،ڈاکٹر وحید قریشی کا''اقبال اور نظریہء وطنیت''،ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا''اقبال اور اورینٹل کالج''اور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا'' اقبال مصر میں'' اردو زبان میں اقبال شناسی کی روایت کو پیش کرتے ہیں۔انگریزی میں دو مضامین اقبال شناسی کی ترویج میں اضافہ کرتے ہیں۔اُن میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا''Genesis of Iqbal's concept of Muslim Nation hood'' اور اسماعیل بھٹی کا''The Nature of Iqbal's criticism of Ibnul Arabi'' بہترین مضامین ہیں۔ان تمام مضامین نے اقبال شناسی کی روایت کو ترویج دی ہے۔اقبال شناسی کی روایت میں مذکورہ تمام مجلّوں کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ان کی اشاعت نے دبستان اقبال کو فروغ دیا ہے جسے کسی بھی صورت فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔زیر نظر مقالہ کو پڑھ کر عام قاری بھی اقبالیات میں پاکستانی مجلّات کی قدر و قیمت کا باخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ مجلّے اقبال فہمی اور اقبال دوستی کا محرک ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،طبع دوازدہم ۲۰۱۸ء،ص ۴۲۱

۲۔ ایضاً،ص ۴۲۴۲۸

۳۔ ایضاً،ص ۴۱۱

۴۔ طارق عزیز،ڈاکٹر،ابتدائیہ،اقبال شناسی اور ایکو،بزم اقبال،ستمبر ۱۹۸۸ء،ص ۱۱۰

۵۔ احمد ندیم قاسمی،پورا اقبال،مشمولہ،اقبال شناسی اور ایکو،ص ۱۲

۶۔ مقبول ثاقب،فلسفہ غم اور اقبال،مشمولہ،اقبال شناسی اور ایکو،ص ۱۱۸

۷۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال، ص ۳۱۰

۸۔ ایضاً، ص ۲۳۴

۹۔ امجد جنجوعہ، سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق، مشمولہ، اقبال شناسی اور ایکو، ص ۴۵

۱۰۔ محمد اقبال، علامہ، کلیات اقبال اردو، ص ۱۳۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۳۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۸۴

۱۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، دیباچہ، اقبال شناسی اور فنون، بزم اقبال، لاہور، س۔ن ا

۱۴۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، ابتدائیہ، اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۹۹

۱۵۔ غلام احمد پرویز، متفادل اقبال، مشمولہ، اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، ص ۶۱

۱۶۔ دیانرائن نگم، اقبال کا پیغام، مشمولہ، اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، ص ۴۹

۱۷۔ بھرتری آج سے دو ہزار برس پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ وہ سنسکرت کے ایک عظیم شاعر تھے۔ ان کا نام "ہری" تھا۔ یہ اجین کے راجا بکرماجیت کے بھائی تھے کچھ عرصہ تک اجین کا راج کیا۔ ان کے نام "ہری" کے ساتھ جو بھرتری گایا جاتا ہے۔ اس کا سبب ان کی رعایا پروی اور غربا نوازی ہے۔ اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، ص ۸۱

۱۸۔ نبی احمد اطہر، ڈاکٹر، اقبال کا پیام، نوجوانوں کے نام، مشمولہ، اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، ص ۸۸

۱۹۔ نظیر صدیقی، اقبال۔۔۔۔۔۔ ایک نظم نگار، مشمولہ، اقبال شناسی اور نیرنگ خیال، ص ۱۱۰

۲۰۔ وہ "ادب لطیف" کے ناشر کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ ان کی بیٹی صدیقہ جاوید نے بھی "ادب لطیف" کے مدیر کے طور پر کام کیا ہے۔ اقبال شناسی اور سویرا، مرتب، ڈاکٹر اجمل نیازی، ص ۹

۲۱۔ اجمل نیازی، ڈاکٹر، دیباچہ، اقبال شناسی اور سویرا، بزم اقبال، لاہور، س۔ن، ص ۱۱۱۱

۲۲۔ سلیم واحد سلیم، اقبال کی فارسی شاعری اور اہلِ ایران، مشمولہ، اقبال شناسی اور سویرا، ص ۵۵۵۵

۲۳۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، جدید اسلام میں لبرل ازم کی تحریک اور علامہ اقبال، مشمولہ، اقبال شناسی اور سویرا، ص ۸۹

۲۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، تقدیم، مشمولہ، اقبال شناسی اور اوراق، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۸

۲۵۔ صدیق جاوید، اقبال کے کلاسیکی نقوش، مشمولہ، اقبال شناسی اور اوراق، ص ۲۳۷

۲۶۔ جعفر بلوچ، سر متن، مشمولہ، اقبال شناسی اور سیارہ، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۸

۲۷۔ جماعت علی، رانا، ابتدائیہ، اقبال شناسی اور راوی، بزم اقبال، لاہور، طبع اول، دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۱

۲۸۔ یونس جاوید، پیش لفظ، اقبالیات کی مختلف جہتیں، بزم اقبال، لاہور، جنوری ۱۹۸۸ء، ص ۱

۲۹۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، عرضِ مرتب، اقبال شناسی اور جرنل ریسرچ، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۷۔۸